﴿**واللہ محیط بالکافرین** O﴾ یہ جملہ معترضہ ہے جس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو حیل و حجت اور دھوکہ سے زیر نہیں کر سکتا۔ اور یہ منافقین اگرچہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ تدبیریں اختیار کرتے ہیں، مگر یہ ان کے لئے مفید نہیں۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو کر رہے گا اور یقیناً اسے بھگتنا پڑے گا۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آئے گا آخرت میں تو یقینی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے

﴿**ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار**﴾ (النساء/۱۴۵)

مراجع:-

۱۔ فتح القدیر شوکانی

۲۔ جامع ترمذی (تفسیر۔ سورۃ الرعد)

۳۔ تفسیر بیضاوی

۴۔ تفسیر طبری

۵۔ اشرف الحواشی، تفسیر عثمانی وغیرہ

۶۔ تفسیر ابن کثیر

۷۔ اشرف الحواشی

عطاء الرحمن عالمگیر

ہم دین کے مبلغ آئے ہیں حق سنانے
دنیا کے باسیوں کو راہ ہدیٰ دکھانے
دنیا میں شرک و بدعت پھیلے ہوئے ہیں ہر سو
دنیا کو اس بلا سے آئے ہیں ہم بچانے
پیغام ہے ہمارا توحید اور سنت
انسان کو دیا تھا جو آ کے مصطفےٰ ؐ نے
اللہ رب العزت، مشکل کشا وہی ہے
دنیا کے بے کسوں کا حاجت روا وہی ہے

درس حدیث

مسلمان کے حقوق

سلیم اللہ عابد

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال : **" حق المسلم علی المسلم ست "** قیل : ما ھن یا رسول اللہ؟ قال : **" اذا لقیتہ فسلم علیہ واذا دعاک فاجبہ واذا استنصحک فانصح لہ واذا عطس فحمد اللہ فشمتہ واذا مرض فعدہ واذا مات فاتبعہ "**

(تخریج الحدیث)

رواہ احمد (540,332/2) والبخاری برقم (1240) ومسلم (2162) وابوداؤد (5031) والترمذی (ح 273)

(ترجمہ)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔" کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ حقوق کیا کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جب بھی تیری اس سے ملاقات ہو تو اس پر سلام کہو اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرو اور جب وہ تجھ سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کے چھینک کا (دعائیہ) جواب (یرحمک اللہ کہہ کر) دو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی قبر تک اس کے پیچھے چلو (جنازہ میں شریک ہو جاؤ)"

(تشریح)

یہ حدیث مبارکہ اسلام کی ہمہ گیری اور اجتماعیت کے دلائل میں سے ایک دلیل اور ان چند نمونوں میں سے ایک ہے جن سے مسلمانوں کے آپس میں ربط و اتحاد اور تعاون و تعاضد کا اظہار ہوتا ہے۔ مختلف احادیث نبویہ میں یہ مفہوم واضح کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کی مثال (بصرف نظر از رنگ و نسل) ایک عمارت کی سی ہے جس کا ہر ایک حصہ دوسرے سے جڑ کر اس عمارت کے قائم رہنے میں ایک دوسرے کی تقویت کا سبب بنتا ہے یا تمام عالم اسلام ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر اس جسم کے کسی حصے میں کوئی تکلیف ہو تو پورا جسم اس حصے کی تکلیف اور درد کی وجہ سے بے چین اور تڑپتا رہتا ہے۔ اسلام کی اسی وحدت،

یگانگت اور اجتماعیت کو مزید پختہ اور مستحکم بنانے کے لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کچھ ایسے امور اور قوانین کا پابند بنایا ہے کہ جن کا خیال رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے' تا کہ مسلمان معاشرہ ایک مثالی اور پرسکون ماحول بنا رہے۔ اس حدیث میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ ایسے حقوق کا ذکر فرمایا ہے جن کی ادائیگی ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ قبل اس کے کہ بات مزید آگے بڑھے' یہاں یہ بتا دینا بہتر ہے کہ حق سے مراد کیا ہے؟

''حق'' عربی زبان میں ''ثابت'' کے معنی میں آتا ہے' اور اس کا مخالف لفظ' باطل'' ہے' جس کے لئے کوئی ثبات نہیں۔ اصطلاح میں لفظ ''حق'' واجب یا مندوب مؤکد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **''الوتر حق''** (احمد 418/5 ابوداؤد 1422) کیونکہ یہ شریعت میں ثابت ہے۔ مذکورہ تعریف کی روشنی میں حدیث ھذا میں مسلمانوں کے جو مشترکہ حقوق ذکر کئے گئے ہیں' ان کا مطلب یہی ہے کہ ایسے امور جن کا ترک کرنا کسی طور بھی درست نہیں اور جن کی ادائیگی یا تو واجب ہے یا وجوب کے قریب۔

اب آیئے ذرا ان حقوق کا (جن کا ترک کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں) جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے جس حق کا اللہ کے رسول ﷺ نے ذکر فرمایا وہ یہ ہے۔ **اذا لقیتہ فسلم علیہ** ''جب کسی مسلمان بھائی کے ساتھ تیری ملاقات ہو تو اس پر سلام کرو''۔

''السلام'' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک مبارک اسم ہے '' السلام علیکم '' کا معنی ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے''۔ جس طرح کہا جاتا ہے '' اللہ معک '' اللہ تمھارے ساتھ ہے'' اور اگر اس کا معنی سلامتی کا کیا جائے تو '' السلام علیکم '' کا مطلب یہ ہوگا ''اللہ کی سلامتی ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے'' بہر حال دونوں صورتوں میں یہ دعائیہ جملہ ہے۔

بعض نے '' السلام علیکم '' کا معنی یہ کیا ہے کہ ''اللہ تجھ پر مطلع ہے اور تجھے دیکھ رہا ہے''۔ گویا مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو اللہ کی نگرانی کا احساس اور اس کا خوف یاد دلاتے ہیں' تا کہ دونوں ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

ان تمام توجیہات کا خلاصہ یہی ہے کہ لفظ '' السلام علیکم '' ایک مسلمان کی طرف سے دوسرے کے لئے سلامتی و حفاظت کی دعا اور امن و عافیت کا پیغام ہے۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو اس دعا سے محروم نہ رکھے' اور سلام کرنے میں کنجوسی نہ دکھائے۔

سلام اور اس کے آداب واحکام کے متعلق چند اہم اور بنیادی باتیں درج ذیل ہیں۔

☆ صیغہ سلام " السلام علیکم "ہی زیادہ معروف ومستعمل ہے' تاہم قرآن پاک میں " **سلام علیکم** " کا لفظ بھی آیا ہے لہذا دونوں جائز ہے

☆ بہتر اور زیادہ باعث ثواب یہ ہے کہ مکمل سلام " السلام علیکم ورحمة الله و برکاته "کہا جائے

☆ سلام کرنا جمہور علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے' لیکن جس شخص پر سلام کیا جائے اس پر اس کا جواب سلام کرنے والے کے صیغہ سلام کے برابر دینا واجب اور اس سے بہتر انداز میں دینا مستحب ہے۔

☆ کسی ایک فرد کی صرف ایک آدمی کے ساتھ ملاقات ہو اور ان میں سے ایک' دوسرے کو سلام کرے تو دوسرے پر سلام کا جواب دینا فرض ہے لیکن ایک گروہ کی کسی اور گروہ سے ملاقات ہو تو ایک آدمی کا سلام کرنا اور دوسرے گروہ میں سے ایک آدمی کا جواب دینا کافی ہوگا' سب پر جواب فرض نہیں لیکن اگر دیں تو بہتر ہے۔

☆ چھوٹا اپنے سے بڑے کو سلام کرے' سوار پیدل چلنے والے کو اور راہگیر بیٹھے ہوئے کو' اور اگر دو جماعتوں کی آپس میں ملاقات ہو تو جس کی تعداد کم ہے وہ زیادہ تعداد والی کو سلام کرے۔ یہ افضل طریقہ ہے لیکن اگر کوئی بڑا چھوٹے کو سلام کرے یا مذکورہ ترتیب کی مخالفت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں' کیونکہ سلام میں پہل کرنا ہی بذات خود باعث ثواب اور فضیلت ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں روایت ہے کہ آپ مکتب میں پڑھتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے۔ بچوں کو خاص طور سے سلام کرنے کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ ایک تو اس سے وہ نبی ﷺ کی دعا سے برکت اور فیض حاصل کریں دوسری بات انہیں سلام کرنے کا طریقہ آجائے اور سلام کی عادت اور مشق ہو جائے۔

☆ چونکہ سلام ایک مسلمان کی طرف سے دوسرے مسلمان کے لئے دعا' تکریم اور عزت افزائی کا اظہار ہے' اس لئے کافر اس اعزاز واکرام کا مستحق نہیں۔ لہذا کسی ذمی یا دیگر کفار کو سلام کرنے میں پہل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ خود سلام کریں تو اس کے جواب میں صرف " وعلیکم "کہہ دیں۔

☆ کچھ لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنے پہچاننے والوں کو ہی سلام کرتے ہیں' باقیوں کو نہیں حالانکہ یہ ہر

مسلمان کا حق ہے اور حکم یہ ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کیا جائے' چاہے وہ آپ سے واقف ہو یا نہ ہو۔

☆ گھروں میں آتے جاتے یا کسی مجلس میں آتے ہوئے اور وہاں سے اٹھتے ہوئے بھی سلام کرنا سنت ہے۔

☆ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین دفعہ سلام کر کے اجازت لے لیں۔ اگر آنے کی اجازت ملے تو ٹھیک ہے' ورنہ دل میں کوئی برا تاثر لئے بغیر واپس آنا بہتر ہے۔ صحابہ کرام کا یہی معمول تھا۔ یہاں یہ تنبیہ ضروری ہے کہ ہمارے معاشروں میں اس سنت پر عمل ترک ہونے لگا ہے۔ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دروازے پر اجازت لینے اور سلام کرنے کی ریت اب بالکل مفقود ہے۔ بلکہ بے تکلفی اور زیادہ گہری دوستی کی علامت یہی ہوتی ہے کہ بغیر سلام واستئذان کے' بے دھڑک کمرے کے اندر گھس آئیں۔ کبھی کبھی یہ جاھلانہ عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی اجازت طلب کرے تو صاحب مکان ناراضگی کا اظہار کرتا ہے ''اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ اپنا گھر ہے' اندر آ جایئے''۔ حالانکہ یہ طریقہ تعلیمات اسلامی اور اس کی عظیم حکمتوں کے عین منافی ہے۔ ایسے لوگ سوچ لیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پرہیزگار اور بامروت نہیں بن سکتے۔

☆ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کسی غائب آدمی کا سلام پہنچائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس غائب کے سلام کے جواب میں ایلچی کو بھی شامل کر کے یوں کہے '' وعلیک وعلیه السلام ''

بعض احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ کا عورتوں پر سلام کرنے اور چند عورتوں کا آپ پر سلام کرنے کا بھی ذکر ہے۔ بعض علماء نے اسے آپ ﷺ کے ساتھ خاص کیا ہے اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ایک دوسرے کے فتنے میں پڑنے کا خطرہ نہ ہو تو مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے پر سلام کرنا جائز ہے۔ جبکہ بعض اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

(2) واذا دعاک فاجبه : ''جب وہ تیری دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرو''

کسی مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو دعوت دینا ایک اچھی بات اور مسلمانوں کی باہمی محبت میں اضافہ اور تعلقات میں فروغ کا سبب ہے۔ لیکن دعوت دینا ضروری نہیں کہ اس پر کسی کو مجبور کیا جائے۔ البتہ جب کسی کو دعوت دی جائے تو اس کو قبول کرنے کے بارے میں علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ دعوت اگر ولیمے کی ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے' کیونکہ بعض احادیث میں دعوت ولیمہ کو قبول نہ کرنے پر وعید کا بھی ذکر ہے۔ البتہ ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوتوں کو قبول کرنا مستحب ہے' واجب نہیں۔ لیکن انسان دیکھ لے کہ اگر دعوت کو قبول کرنے میں کوئی خاص مجبوری حائل نہیں تو بہتر ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی دلجوئی کے لئے اس کی دعوت کو قبول کرے۔ اگر کسی عذر کی بنا پر وہ شریک دعوت ہونے سے قاصر ہے' تو اچھے انداز

میں داعی سے عدم شرکت پر موافقت اور رضامندی حاصل کرے یا اپنی معذرت کی اطلاع پہنچا دے' تا کہ اس کو کسی پریشانی اور حرج کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ کچھ لوگوں میں یہ عیب ہوتی ہے کہ اگر کسی صاحب حیثیت آدمی کی طرف سے دعوت دی جائے تو وہ فوراً دوڑ پڑتے ہیں' لیکن اگر کوئی غریب دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی غلطی اور اس بھائی کی حوصلہ شکنی کا باعث ہے' جس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا ضروری ہے۔

البتہ اہل بدعت اور علی الاعلان فسق و فجور کے مرتکب لوگوں کی دعوت قبول کرنے کے بارے میں علماء کا نظریہ یہ ہے کہ اگر آپ کی شرکت سے اس کی بدعت کی ترویج و قبولیت اور مبتدع کی حوصلہ افزائی ہونے کا اندیشہ اور آپ کی عدم شرکت اس کے لئے حوصلہ شکنی اور زجر و توبیخ کا ذریعہ بننے کی امید ہو تو ان کی دعوتوں میں شامل ہونے سے انکار کرنا ضروری ہے تا کہ وہ اپنی بدعت سے باز آجائے' لیکن یہ ضرور دیکھ لیں کہ کہیں یہ رد دعوت اور انکار کسی بڑے فساد اور خرابی کا پیش خیمہ تو نہیں بن رہا؟

(3) **واذا استنصحک فانصحه:** ''جب تجھ سے نصیحت طلب کرے تو اسے نصیحت کر دیا کرو''

اسلام نصیحت (خیر خواہی) کا دین ہے' اس میں ہر ایک کے ساتھ اچھائی اور خیر خواہی کا جذبہ ہے۔ کسی کی بدخواہی اسلام کی فطرت میں نہیں۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ اکثر مواقع پر صحابہ کرام سے بیعت لیتے ہوئے اس بات کا وعدہ بھی لیتے تھے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے نصیحت اور خیر خواہی کا جذبہ دل میں رکھے اور مناسب موقع پر اسکا عملی مظاہرہ بھی کرے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کی روایت ہے" بایعت رسول الله ﷺ علی السمع و الطاعة والنصح لکل مسلم "(صحیح مسلم کتاب الایمان 39/17)''میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی' آپ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمان برداری اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر''

اور صحیح مسلم میں ہی حضرت تمیم داری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''**الدین النصیحة** : قلنا : لمن یا رسول الله ؟ قال **لله و لرسوله ولکتابه ولائمة المسلمین وعامتهم** " (صحیح مسلم کتاب الایمان ۳۶/۱۷۔۳۷) ''دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے'' صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کس کے لئے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے' اس کے رسول ﷺ' اس کی کتاب' ائمہ اسلام اور عام مسلمانوں کے لئے''۔ مسلمانوں کے آپس میں تناصح و جذبہ خیر خواہی کی اسی اہمیت کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے اسے مسلمانوں کے مشترکہ حقوق میں شامل فرمایا' تا کہ مسلمان معاشروں میں یہ جذبہ پروان چڑھتا رہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے نصیحت کا طالب ہو یعنی اس سے مشورہ مانگے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو نصیحت کرے اور

صحیح مشورہ دیدے۔ کیونکہ صحیح مشورہ اس کا حق ہے' جسے اپنے مسلمان بھائی سے وصول کرنے کا وہ مستحق ہے۔اس موقع پر دوسرے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل میں کوئی کینہ اور دھوکہ چھپا رکھے بغیر اس کی صحیح راہنمائی کرے اور یہ بات اس کے پیش نظر رہے کہ اگر اس نے اس امانت کی ادائیگی میں خیانت کی' تو قیامت کے دن اس کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔

(4) **واذا عطس فحمد الله فشمته** :''جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں '' یر حمک الله ''کہو۔انسان کو چھینک آنا ایک فطری بات ہے' جس پر انسان کی تخلیق کی گئی ہے۔

اھل علم نے چھینکنے کے فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے انسان کے دماغ میں جمع زائد فضلات اور بخارات جھٹکے سے نکل جاتے ہیں۔اگر وہ فاسد مواد دماغ میں جمع ہوتا رہے' تو انسان کئی دماغی امراض کا شکار ہو جائے۔گویا یہ ایک نعمت ہے۔جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے' اس لئے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے "الحمدلله'' کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس موقع پر الحمد لله کہنے کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ چھینک آنا انسانی جسم کے لئے ایسا ہے جیسے زمین پر زلزلہ آجاتا ہے' جس سے مختلف مقامات تہ و بالا ہو جاتے ہیں۔لیکن جسم انسانی پر یہ زلزلہ آنے کے بعد اعضاء دوبارہ اپنی اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں تو بندہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اس زلزلے کے بعد دوبارہ اس کے اعضاء کو اپنی جگہوں پر بحال رکھا۔کہا جاتا ہے کہ دور جدید کے ایک محقق طبیب نے اس نکتے پر تحقیق کرنا چاہا کہ اسلام میں چھینکنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے' اس کی وجہ اور حکمت کیا ہے؟ مذکورہ سائنسدان تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہنچا کہ چھینکتے ہوئے جب انسان کے جسم میں حرکت اور تناؤ شروع ہوتی ہے' اس وقت سے لے کر چھینک کے اختتام تک اس کے دل کی دھڑکن بند رہتی ہے اور چھینک آنے کے بعد دوبارہ دل دھڑکنا شروع ہوتا ہے' تو بندہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس کے دل کی حرکت ایک محدود مدت کے لئے معطل رہنے کے بعد دوبارہ پھر بحال ہوئی ہے۔

بہر حال یہ باتیں اپنی جگہ پر ٹھیک ہی سہی' لیکن ہم اس حکم کی تعمیل اس لئے نہیں کرتے کہ اس میں یہ طبی فوائد ہیں' بلکہ اسلام کے ہر حکم میں ایسے بے شمار فوائد ہیں' جن میں سے کچھ کا ہمیں پتہ چلتا ہے اور کچھ ہماری ادراک سے باہر ہیں۔لیکن ہم ان پر شارع علیہ الصلاۃ والسلام کا حکم سمجھ کر تعمیل او تعبداً عمل کرتے ہیں' چاہے اس کا فلسفہ و مقصد ہمارے ذہن میں آئے یا نہ آئے۔کیونکہ اصول ہے '' امتثال الاوامر لا یتوقف علی معرفة الحکم ''یعنی کسی بھی دینی حکم پر عمل کرنا اس کی حکمت کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

تشمیت العاطس یعنی چھینکنے والے کو جواب دینے کے بارے میں چند اہم باتیں درج ذیل ہیں

☆ کسی بھی چھینکنے والے کو " یرحمک اللہ " کہنا اس وقت لازم ہے جب وہ شخص خود " الحمد للہ " کہے۔ اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو سننے والے پر بھی یرحمک اللہ کہنا واجب نہیں کیونکہ حدیث میں " فحمد اللہ " کی قید ہے۔

☆ جب چھینکنے والے کو کوئی شخص " یرحمک اللہ " کہے تو وہ اس کے جواب میں " یھدیکم اللہ ویصلح بالکم " کہے۔ بخاری میں یہ ترتیب حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " **اذا عطس احد کم فلیقل:الحمد للہ ولیقل لہ اخوہ او صاحبہ:یرحمک اللہ ولیقل ھو : یھدیکم اللہ ویصلح بالکم** " (صحیح بخاری کتاب الادب 623/10) جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے اور اس کا مسلمان بھائی یا ساتھی " **یرحمک اللہ** " کہے، پھر وہ اس کے جواب میں کہے " یھدیکم اللہ ویصلح بالکم " اللہ تجھے ہدایت نصیب کرے اور تمہاری حالت سنوار دے"۔

☆ اگر کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ نہ کہے تو دوسرے مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس کو یاد دلائے کہ اس موقع پر الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ نصیحت اور امر بالمعروف کی ایک صورت ہے۔

☆ چھینک کا جواب دینا مسلمانوں کے مشترکہ حقوق میں سے ہے لہذا کسی کافر کو چھینک آئے تو اس کے لئے یرحمک اللہ نہیں کہا جائیگا۔ مدینہ کے یہودی نبی ﷺ کے پاس آکر بتکلف چھینکتے تھے تاکہ وہ آپ کی دعائے رحمت سے فیض یاب ہوں، مگر نبی ﷺ ان کو یرحمک اللہ کی بجائے " **یھدیکم اللہ و یصلح بالکم** " فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ کافر رحم کی دعا کے مستحق نہیں۔

☆ تین دفعہ تک چھینکتے رہنے پر بشرط تحمید یرحمک اللہ کہا جائیگا تین سے زائد ہونیکی صورت میں " یرحمک اللہ " کہتے رہنا ضروری نہیں، بلکہ مزید آنے والی چھینکوں کو زکام کی بیماری تصور کیا جائیگا۔

(5) واذا مرض فعدہ : "جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرو"

بیمار مسلمان بھائی کی بیمار پرسی اور اس کی خبر گیری کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مسلمانوں کے مشترکہ حقوق میں سے ہے بعض علماء نے بیمار پرسی کو اس وقت واجب قرار دیا ہے، جب مریض کی خبر گیری کرنیوالا کوئی نہ ہو، اور عیادت نہ کرنے کی صورت میں اس کے ضیاع یعنی ھلاکت کا خطرہ ہو۔ بیمار پرسی کرنے والا ان باتوں کا خیال رکھے:

☆ بیماری کی ابتداء سے ہی بیمار پرسی کرنا مستحب ہے، کیونکہ حدیث میں ظرف زمان عام " اذا " استعمال کیا گیا ہے